

اجماع اُمت

شیخ الحدیث جناب عبدالملک صاحب - مصر - لاہور

(۳۱)

اجماع سکوت کی صورت یہ ہے کہ اہل عمل و عقد و مجتہدین، میں سے کوئی کسی ایک زمانے میں کسی ایک مسئلہ میں ایک حکم کو اختیار کرے اس سے پہلے کہ اس مسئلہ میں مذاہب قائم ہو چکے ہوں۔ اور یہ چیز زمانے کے علما میں پھیل جاتے اور اس میں غور و فکر کی مدت گزر جائے اور کسی نے اس سے اختلاف نہ کیا ہو تو یہ احناف کے نزدیک قطعی اجماع ہوگا۔ قول بلا تکبر، کی طرح فعل بلا تکبر، کا بھی یہی حکم ہے۔

اجماع کی پہلی صورت کو عزیمت اور اصل اجماع قرار دیا جاتا ہے اس لیے کہ اس کا اجماع ہونا لفظ اور صراحت سے ثابت ہوتا ہے۔ اور دوسرے اجماع کو اس ضرورت کی بنا پر اجماع قرار دیا جاتا ہے کہ سکوت کو اتفاق نہ قرار دیا جائے تو لازم آئے گا۔ سکوت عن الحق اور بفسق ہے۔ جو عصمت اُمت کے منافی ہے تمامہ بن تیمیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

”واما اقوال الصحابة فان انتشرت ولم تنكر في زمانهم

فهى حجة عند جماهير العلماء وان تنازعوا رد ما تنازعوا فيه الى الله

والرسول ولم يكن قول بعضهم حجة مع مخالفة بعضهم له باتفاق العلماء

وان قال بعضهم قولاً ولم يقل بعضهم بخلافه ولم ينتش، فهذا فيه

نزاع وجمهور العلماء يحتجون به كالبی حنیفة ومالك واحمد في المشهور

عنه والشافعي في احد قوليه وفي كتبه الجديد الاحتجاج بمثل ذلك

في غير موضع لكن من الناس من يقول هذا هو القول القديم۔

(۱) اقوال صحابہ پچیل جائیں اور ان کے زمانہ میں ان پر انکار نہ کیا جائے تو یہ علماء کے مختلف طبقوں کے جاہل کے نزدیک حجت ہیں اور اگر ان میں باہمی اختلاف ہو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا یا جائے گا۔ اور اگر ایک نے بات کی ہو اور دوسرے نے اس سے اختلاف نہ کیا ہو دوسرا نحالیکہ وہ قول پچیل نہ ہو تو اس میں نزاع ہے۔ جمہور علماء اس سے احتجاج کرتے ہیں۔ جیسے ابوحنیفہ، مالک اور امام احمد مشہور قول کے مطابق، اور امام شافعی ایک قول کے مطابق، ان کی جدید کتابوں میں اس طرح کے قول سے متعدد مقامات میں احتجاج کیا گیا ہے لیکن کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ ان کا قدیم قول ہے۔

صاحب کشف الاسرار لکھتے ہیں:

”و یحکی عن الشافعی انه کان یقول ان ظہر القول من اکثر العلماء

والساکتون نفیر یثبت الاجماع“ (جلد ۳ ص ۲۲۹)

امام شافعی سے نقل کیا جاتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اکثر علماء سے اتفاق ثابت ہو اور سکوت اختیار کرنے والے مٹھوڑے سے افراد ہوں تو اس سے اس کا اجماع ہونا ثابت ہو جائے گا۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ علیہ اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے آخر میں فیصلہ کن بات فرماتے ہیں:

”مذکورہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر کسی مسئلے میں نص شرع کی

کسی تعبیر پر یا کسی قیاس یا استنباط پر، یا کسی تفسیر و مصلحت پر اب بھی اہل حل و عقد کا اجماع یا ان کی اکثریت کا فیصلہ فی الواقع ہو جائے تو وہ حجت ہوگا اور قانون قرار پائے گا، اس طرح کا فیصلہ اگر تمام دنیائے اسلام کے اہل حل و عقد کریں تو وہ تمام دنیائے اسلام کے لیے قانون ہوگا اور کسی ایک اسلامی مملکت کے اہل حل و عقد کریں تو وہ کم از کم اس مملکت کے لیے قانون ہونا چاہیے۔“ (اسلامی سیاست پہلا ایڈیشن ص ۲۶۰)

بہر حال کسی مسئلہ کے بارے میں بحث ہو سکتی ہے کہ اس پر اجماع ہے یا نہیں اور اجماع ہے تو وہ کونسا اجماع ہے؟ اجماع منطوقی یا اجماع سکوتی۔ اور اس مسئلہ کا تعلق ضروریات اور متواترات دین سے ہے یا نظری یا علمی دائرے سے ہے اور اس کے اجماع کے انکار سے تکذیب رسول ہوتی

ہے یا نہیں۔ لیکن ثبوتِ اجماع کے بعد وہ حجت ہے۔ پھر جن دلائل اور وجوہ کی بنا پر اجماع صحابہ حجت بنتا ہے وہی ہر دور کی اُمت کے اجماع کی حجیت کا تقاضا کرتے ہیں اس لیے اس لحاظ سے اجماعِ صحابہ کے ساتھ تابعین، تبع تابعین اور بعد کے ادویہ کا اجماع بھی حجت قرار پاتا ہے۔ علامہ قرطبی امام ابن تیمیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”وفیه دلیل علی صحة الاجماع ووجوب المحکم به لانهم اذا كانوا عدولا شهدوا علی الناس۔ کل عصر شهید علی من بعده فقول الصابة حجة وشاهد علی التابعین وقول التابعین علی من بعدهم واذا جعلت الامة شهداء فقد وجب قبول قولهم ولا معنى لقول من قال ارید به جمیع الامة لانه جفئذ لا یثبت مجمع علیه الی قیام الساعة۔“ (تفسیر قرطبی جلد ۲ ص ۱۵۶)

(اس میں اجماع کی صحت، اس کے مطابق فیصلہ دینے پر دلیل ہے اس لیے کہ جب وہ لوگوں پر عادل اور گواہ ہیں تو ہر دور اپنے بعد والوں کے لیے گواہ ہوگا۔ صحابہ کا قول دلیل اور گواہ ہے تابعین پر اور تابعین کا قول بعد والوں پر اور جب اُمت گواہ ہے تو اس کا قول قبول کرنا واجب ہو گیا جو شخص کہتا ہے کہ اس سے ساری اُمت مراد ہے اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لیے کہ ایسی صورت میں قیام قیامت تک کوئی بھی مسئلہ مجمع علیہ نہیں بن سکے گا۔) (ایضاً تفسیر مظہری، تفسیر آیت وکذا لک جعلکم امة وسطاً)

علامہ ابن عابدین شامی مختلف قسم کے اجماعوں پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”ومثله فی نورالعین عن شرح العمدة اطلق بعضهم ان منکر الاجماع یکفر والحق ان السائل الاجماعه تارة یصحبها التواتر عن صاحب الشاع کوجوب الخمس وقد لا یصحبها فالاول یکفوجا حدة لمخالفته التواتر لا لمخالفة الاجماع ثم نقل فی نورالعین عن رسالة الفاضل الشهير حسام جلیبی من عظماء السلطان السلي، بن یایزید خان ما قصه واذا لو تکن الآية او الخبر المتواتر قطعی الدلالة او لم یکن

الخبر متواتراً وكان قطعياً لكن فيه شبهة اولم يكن الاجماع اجماع
الجميع اركان ولهم اجماع جميع الصحابة اركان اجماع جميع الصحابة ولهم اجماع
قطعياً بان لم يثبت بطريق التواتر اركان قطعياً لكن كان اجماعاً سكوتياً ففى كل من
هذه الصور (ايكون الجحد كفر) - رباب المرتد ج ۴ ص ۲۲۳

(ترج عمدہ سے نور العین میں اسی طرح لکھا ہے کہ بعض نے مطلقاً اجماع
کے منکر کو کافر قرار دیا ہے لیکن حق بات یہ ہے کہ اجماعی مسائل کے ساتھ کبھی تواتر ہوتا
ہے جیسے پانچ ارکان اور کبھی نہیں ہوتا۔ پہلی قسم کا منکر کافر ہے تواتر کے انکار کی وجہ
سے نہ کہ اجماع کی مخالفت کی وجہ سے۔ اس کے بعد فاضل جلی کے رسالہ سے نقل کیا
گیا ہے کہ جب آیت اور خبر متواتر قطعی الدلالة نہ ہو یا خبر متواتر ہی نہ ہو یا قطعی ہو، لیکن
اس میں شبہ ہو یا اجماع تمام کا اجماع نہ ہو یا تمام کا اجماع ہو لیکن تمام صحابہ کا اجماع نہ ہو
یا تمام صحابہ کا اجماع ہو لیکن قطعی نہ ہو کہ بطریق تواتر ثابت نہ ہو یا قطعی ہو لیکن اجماع سکوتی
ہو تو ان ساری صورتوں میں انکار کفر نہ ہو گا۔)

اجماع کے مسئلہ کی تہ تک پہنچنے اور اس کو ٹھیک طرح سے سمجھنے کے لیے پہلی ضروری چیز
یہ ہے کہ اس موضوع سے متعلق سارے طریقے کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ بعض مصنفین کے کلام کے
اصل مقصد کو نہ سمجھنے کی بنا پر کچھ لوگ اس کو سمجھنے میں غلطی کر جاتے ہیں اور اس انداز سے اس مسئلہ پر گفتگو
کرتے ہیں گویا کہ اجماع کا سرے سے وجود ہی نہیں۔ کچھ اس قسم کا تاثر امام شافعی اور امام احمد کے
متعلق دیا جاتا ہے حالانکہ ابن تیمیہ تو اس بات کی تصریح کر چکے ہیں کہ ”اہل سنت والجماعت“ کا
فرق صاف ہے امتیاز ہی سنت اور اجماع کو تسلیم کرنے کا بنا ہے۔

اس سلسلہ میں غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ دور اختلاف میں ہر فرقے نے اپنے اپنے مسائل پر اجماع
کا دعویٰ شروع کر دیا۔ اور ایسے لوگوں نے بھی اس کا سہارا لینا شروع کر دیا جنہیں اسلاف کے
واقعات، حالات اور اقوال پر نظر نہیں تھی ان لوگوں کے حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے امام احمد نے یہ کہہ
دیا کہ ”اس طرح کے مدعیان اجماع کذاب ہیں“ نہ یہ کہ مطلقاً دعویٰ اجماع کو انہوں نے غلط کہا ہو۔

تفصیل کے لیے دیکھیے: اصول مذہب الامام احمد بن حنبل

دوسری چیز اس نکتہ کو ذہن نشین کرنا ہے کہ فقہائے اسلام اور مجتہدین نے ہمیشہ اپنی علمی آراء پر کسی دباؤ کو قبول نہیں کیا۔ نہ ہی انہوں نے اس سلسلہ میں دلائل سے قطع نظر کسی اور رشتے کا لحاظ کرتے ہوئے کسی سے اتفاق یا اختلاف کیا ہے۔ اس طرح ان کا اتفاق و اختلاف خالص للہیت کے ساتھ ہوا اور ہم تک پہنچ گیا۔ اب تک جو اجتماعی مسائل ہم تک پہنچے ہیں وہ ہر طرح کی مصنوعیت، مداخلت اور غسانیت سے پاک ہیں۔ ان پر اجماع منعقد کرنے کے لیے کسی نے کسی پر دباؤ نہیں ڈالا۔ کوئی جماع منعقد نہیں کیا بلکہ ہر ایک نے اپنی اپنی جگہ ان پر خالصتہً اپنی علمی رائے دی ہے۔ اور ایسا ہی شریعت میں معلوب بھی ہے۔ مسئلہ کی حقیقت سے ناواقف لوگ اس طرح کی صورت حال کو نقص قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ چونکہ کسی حکومت کو اس بات سے دلچسپی نہ تھی کہ دنیا بھر کے مجتہدین کو ایک جگہ جمع کر کے پیش آمدہ مسائل کے بارے میں رائے لیتی اس لیے مسائل پر اجماع کا سلسلہ نہ کارآمد اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ کسی مسائل پر اجماع ہے اور کن پر نہیں۔ اس سلسلہ میں اصل صورت حال ہم نے آپ کے سامنے رکھ دی ہے۔ اس کی روشنی میں آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایسی کسی مصنوعیت کے نہ ہوتے ہوئے آزادانہ طور پر جو اجماع ہوا ہوگا وہ اپنے اندر کس قدر وزن رکھتا ہے۔ اس سلسلہ میں صرف اس حد تک بات کو درست قرار دیا جاسکتا ہے کہ چونکہ خلافت راشدہ کے بعد جماعتی نظام درہم برہم ہو گیا تھا اس لیے اب بلا تحقیق یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ فلاں مسئلہ میں اجماع ہے۔ جبکہ خلافت راشدہ کے بارے میں آسانی سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ اس میں فلاں فلاں مسائل پر اجماع ہے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مصنف لکھتے ہیں چونکہ یہ اتفاق رائے کسی مجلس شوریٰ یا اجماع علماء میں نہیں ہوتا بلکہ غیر شعوری طور پر از خود ظہور میں آتا ہے اس لیے کسی مسئلہ میں اس کے وجود کا علم گزشتہ حالات و واقعات پر نظر ڈالنے سے ہی ہو سکتا ہے۔ (لفظ اجماع ص ۱۰۰۹)

تیسری چیز یہ ہے کہ اس وقت ہمارے سامنے ہماری علمی تاریخ کا پورا سراہہ موجود ہے۔ کسی بھی ملک اور کسی بھی علاقے کے کسی مجتہد یا غیر مجتہد نے کسی مسئلہ کے بارے میں جو رائے دی ہے وہ محفوظ ہے حتیٰ کہ ہمارے علماء نے اپنے مخالف فرقوں اور ان کے ایسے علماء جن کی کوئی قدر منزلت نہ تھی ان کے اقوال و آراء کو بھی اپنی کتابوں میں بلا کم و کاست بیان کر دیا ہے۔ اہل سنت والجماعت سے آپ کو شیعوں کی جملہ اقسام اور خوارج، معتزلہ اور جہمیہ وغیرہ کے عقائد و نظریات

سے لے کر فقہی آراء تک ملتی ہیں۔ آج کے اس دور میں جب کہ ایک فرقہ دوسرے فرقے کا نام تک لینا گوارا نہیں کرتا یہ بات سمجھ میں نہیں آسکتی لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک بڑا کارنامہ ہے جو ہمارے اسلاف نے انجام دیا ہے اس کی روشنی آج ہم آسانی سے مجمع علیہ مسائل کی ایک طویل فہرست تیار کر سکتے ہیں جو کئی مجلدات پر مشتمل ہو۔

آپ کو اُمت کے مختلف فرقوں میں وسیع تر اختلافات کے باوجود جو مشترک چیزیں ملتی ہیں، ان کی بنیاد اس کے سوا اور کیا ہے کہ وہ قدر مشترک مجمع علیہ ہے۔ آپ اس اصول کو پیش نظر رکھ کر بھی اجماعی مسائل کی ایک فہرست تیار کر سکتے ہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اب اس دور میں اجماع کیسے منعقد ہوگا اور اس کی کیا صورت ہوگی تو اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ اس دور میں اولاً تو یہ ہونا چاہیے کہ پہلے سے مجمع علیہ مسائل کو سامنے لایا جائے۔ مثلاً ختم نبوت کا مسئلہ پہلے سے مجمع علیہ چلا آ رہا ہے اس لیے اس پر کسی اسمبلی سے قرارداد پاس ہونا یہ معنی نہیں رکھتا کہ اس مسئلہ پر اجماع ہو رہا ہے بلکہ یہ معنی رکھتا ہے کہ پہلے سے مجمع علیہ مسئلہ پر عملدرآمد ہو رہا ہے۔

دوسرے مرحلے پر یہ کام ہوگا کہ نئے پیش آمدہ مسائل کے بارے میں دنیا بھر کے ماہرینِ شریعت اسی طرح سے آزادانہ اور علمی رائے دیں جس طرح اسلاف دیتے آئے ہیں۔ کسی ایک ملک کے ماہرینِ شریعت کی قرارداد سے مسئلہ مطلقاً اجماعی نہیں بنے گا۔ اور پھر آج کل اسمبلیاں تو اس سلسلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں اس لیے کہ ان کے ممبران "اہلِ اجماع" نہیں ہیں۔ (اہلِ اجماع یا اہل حل و عقد علماء اور فقہاء ہیں)۔

اس کی بجائے رابطہ عالم اسلامی جیسے آزاد علمی ادارے اس سلسلہ میں مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔